40

تم میں سے ہر شخص اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کا نمونہ بن سکتا ہے بشرطیکہ تم دین کو سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہو

(فرمودہ 7 نومبر 1947ء بمقام رتن باغ لاہور)

تشہّد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی چیزیں جن کو قانونِ قدرت پیدا کرتا ہے وہ سب کی سب اپنے منزلِ مقصود تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوا کرتیں۔ کچھ تو اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اور کچھ ضائع ہو جاتی ہیں۔ درختوں کو مَور آتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارا درخت مَور 1 سے بھر گیا ہے۔ اگر وہ تمام کا تمام مَور پھل بن جائے اور وہ سب کا سب پھل پختہ ہو جائے تو یقیناً درخت کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑ جائیں۔ مجھے یاد ہے میں ایک دفعہ ''دارالحمد'' کوٹھی میں ٹہل رہا تھا اور ایک نیا مالی جو کچھ عرصہ ہندوستان بھی رہا تھا اور باتیں کرنے میں بڑا ہوشیار تھا وہ بھی میرے ساتھ پھر رہا تھا۔ میں نے اُس وقت چکوترا 2 کا ایک درخت دیکھا جس میں نہایت کثرت سے پھل لگ رہا تھا۔ ابھی اس کے پھل کا ابتدائی زمانہ تھا اور وہ بہت چھوٹے چھوٹے دانوں کی شکل میں تھا جیسے ماش کا دانہ ہوتا ہے۔ مَور گر رہا تھا اور نیچے سے پھل نکل رہا تھا اور وہ لاکھوں ہی کی تعداد میں نظر آتا تھا۔ میں نے اس پھل کو دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کہ اگر اتنا پھل لگ جائے اور آخر تک سلامت رہے تو درخت بچ نہیں سکتا۔ جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات سن کر وقت سے پہلے ہی بول پڑتے ہیں یہی عادت اُس مالی کی بھی تھی۔

میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اس درخت کو اتنا پھل آیا ہوا ہے کہ اگر سارا پھل لگ جائے تو... اور یہ نہیں کہا تھا کہ "درخت ٹوٹ جائے" کہ وہ جلدی سے بول اٹھا حضور! لگے گا سارا لگے گا۔ میں نے کہا یہ تو بتاؤ ایک چکوترا بازار میں کتنے کو بکتا ہے۔ اُس نے کہا چھ آنے، سات آنے، بلکہ آٹھ آنے تک بھی بِک جاتا ہے۔ میں نے کہا سَستی سے سَستی قیمت کیا ہوگی؟ اُس نے کہا دو آنے۔ میں نے کہا بہت اچھا! دو آنے ایک چکوترا کی قیمت ہوئی اور یہ لاکھوں لاکھ ہے اگر کم سے کم بھی ہم اس کا اندازہ لگائیں تو یہ پچاس ساٹھ ہزار سے کم تو ہو نہیں سکتا۔ اگر پچاس ہزار ہی ہم اس کا اندازہ رکھیں اور یہ خیال کریں کہ بازار میں اگر ایک چکوترا دو آنے میں بِکتا ہے تو آڑھتی ہم سے ایک آنہ میں خریدے گا تو پچاس ہزار آنہ ہمیں مل سکتا ہے جو تین ہزار روپیہ سے اوپر ہو گیا گویا اڑھائی سو روپیہ مہینہ بنتا ہے۔ میں نے کہا سوچو تو سہی اگر تمہارا یہ خیال درست ہو اور اگر اِسی طرح پھل لگ جایا کرے تو لوگوں کو اتنی کوششوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ جائیدادیں بناتے ہیں تاکہ ان کے بچوں کے کام آئیں۔ وہ اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں تاکہ وہ آسانی سے روزگار پیدا کرسکیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہر لڑکے کے لئے دو چکوترے اور ہر لڑکی کے لئے ایک چکوترا لگا دینا چاہیئے۔ لڑکے کو پانچ سو روپیہ مہینہ اور لڑکی کو اڑھائی سو روپیہ مہینہ مل جایا کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ساری چیزیں آخر تک نہیں پہنچتیں۔ ہر پھل بڑا نہیں ہوتا۔ ہر پھل مٹھاس کی حد کو نہیں پہنچتا کچھ تو اتنے چھوٹے چھوٹے گر جاتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے مکھیوں کے پاخانے گر گئے ہیں اور کچھ ذرا اس سے بڑے ہو کر جن میں نہ گٹھلی بنی ہوتی ہے، نہ گودا بنا ہوا ہوتا ہے محض ایک تلخ اور بدمزہ سا فضلہ ہوتا ہے۔ کچھ آم کیریاں بن کر گر جاتے ہیں کچھ ذرا بڑے ہوتے ہیں لیکن ابھی ان میں کسی قسم کا مزہ پیدا نہیں ہوتا۔ اِسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک دن وہ پھل مکمل ہو جاتا ہے مگر ابھی ترش ہوتا ہے۔ پھر کچھ اس میں سے گر جاتا ہے اور پھر کچھ پھل وہ ہوتا ہے جو آخر میں کمال کو پہنچتا ہے اور شیرینی حاصل کر لیتا ہے۔ یہی پھل ہوتا ہے جو اصلی قیمت پاتا ہے اور جس کی دنیا میں قدر ہوتی ہے۔ مَور کا جو حصہ گر جاتا ہے اگر تم اس کو دس بیس من بھی اکٹھا کر کے بازار میں لے جاؤ تو تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا۔ چھوٹے چھوٹے ماش کے دانہ کے برابر جو پھل ہوتے ہیں اگر ان کو لے لو، مثلاً آم ہی لے لو یا چنے کے برابر

دانے والے مالٹے ہی لے لو اگر تم دو چار من بھی بازار میں لے جاؤ تو تمہیں اس کی کوئی قیمت نہیں ملے گی۔ بلکہ قیمت کا کیا سوال ہے اگر تم اسے فروخت کے لئے لے جاؤ گے تو لوگ تمہیں پاگل سمجھیں گے۔ پھر اگر وہ آم کیری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مالٹا یا سنگترہ اپنے اندر قاشیں پیدا کر لیتا ہے اور لوگ اس کی چٹنیاں بنا سکتے ہیں تو پھر وہ پیسے پیسے دو دو پیسے سیر دو سیر بک جائے گا۔ لیکن وہی آم مکمل ہو کر بعض دفعہ پچاس روپے سینکڑہ بلکہ سو روپے سینکڑہ بِکتا ہے اور وہی مالٹا مکمل ہو کر بعض دفعہ دس روپے، پندرہ روپے، بیس روپے اور پچیس روپے سینکڑہ بِکتا ہے۔ گویا جس وزن کی کسی وقت ایک پیسہ بھی قیمت نہیں مل سکتی تھی یا جس وزن کے لے جانے پر لوگ فروخت کنندہ کو پاگل سمجھنے پر مجبور تھے وہی چیز کارآمد اور مفید بن جاتی ہے اور اسی چیز کے حصول کے لئے لوگ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی حال الٰہی سلسلوں کا بھی ہوتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی آواز دنیا میں بلند ہوتی ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں جو حقیقتاً اس سچائی اور اس معرفت کے دلدادہ نہیں ہوتے جو انبیاء کی معرفت دنیا کو مل رہی ہوتی ہے۔ وہ ہر نئی چیز کے قبول کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی فطرت اُس مکھی کی سی ہوتی ہے جو ہر پاخانہ اور ہر قَے اور ہر پھل اور ہر کھانے پر غرض اچھی ہو یا بُری جو چیز بھی کھلی پڑی ہو اُس پر آبیٹھتی ہے اور تھوڑی دیر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد اُٹھتی اور دوسری چیز پر جا بیٹھتی ہے۔ وہ شہد کی مکھی نہیں ہوتی جو پھلوں اور پھولوں میں سے وہاں سے بھی مٹھاس نکال لیتی ہے جہاں سے انسان مٹھاس محسوس نہیں کرتا۔ نیم جیسے کڑوے درخت سے شہد کی مکھی شہد نکال کر لے جاتی ہے۔ گلاب جیسے کسیلے پتوں میں سے وہ خوشبو اور شہد نکال کر لے جاتی ہے۔ گویا مزے کا مزہ اور خوشبو کی خوشبو۔ وہ کھٹّے کے پھولوں میں سے جس کا پکا ہوا پھل بھی انسان کے لئے کھانا بعض دفعہ مشکل ہو جاتا ہے نہایت شیریں شہد نکال کر لے جاتی ہے۔ اور بہت سے نازک مزاج اس شہد کی شیرینی کو برداشت کرنے کے بھی قابل نہیں ہوتے اور میٹھی چیز میں سے مٹھاس تو وہ نکالتی ہی ہے۔ اِس طرح ایسے لوگ جو اپنے اندر فطرتِ صحیحہ رکھتے ہیں۔ جو اپنے اندر نیکی کی طاقت رکھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تعلیم جب ابھی ابتدائی حالت میں ہوتی ہے، جب ابھی اس نے مٹھاس پیدا نہیں کی ہوتی، جب اُس کا پھل بظاہر کڑوا نظر آتا ہے اُس ذاتی جوہر اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے جو

خدا نے ان کے دلوں میں پیدا کی ہوئی ہوتی ہے پہچان لیتے ہیں اور جان لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ خدا نے کہاں شہد رکھا ہوا ہے۔ وہ آتے ہیں اور جس چیز کو انسان جیسا مکمل وجود بھی چکھ کر تھوکنے لگ جاتا ہے اُس میں سے شہد اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں، کڑوی کیریوں میں سے، میٹھے پھولوں میں سے، اُن بدذائقہ کلیوں میں سے جن کے چکھنے کی انسان بھی جرأت نہیں کرتا جس طرح شہد کی مکھی شہد نکال کر لے جاتی ہے اُسی طرح وہ ابتدائی تعلیموں میں سے جو ابھی پورے طور پر مکمل نہیں ہوئی ہوتیں اور دنیا کی نگاہ میں کڑوی اور بدمزہ اور ترش ہوتی ہیں معرفت اور یقین اور ایمان کا شہد نکال کر لے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں ایک ایسا بیج بو جاتے ہیں جو قربانی اور ایثار کا پھل پیدا کرنے والا ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے ان کا ہی نہیں بلکہ وہ جو ان کے کاموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اُن کا بھی بھلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھول مرجاتے ہیں، کیریاں مرجاتی ہیں، شگوفے مرجھا جاتے ہیں، وہ مکھیاں بھی مرجاتی ہیں جو شہد اکٹھا کرتی ہیں مگر ان مکھیوں کا نکالا ہوا شہد مدت دراز تک دنیا کی بیماریوں کو دور کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان مکھیوں کے کارنامہ کو خدا بھی اِس طرح یاد کرتا ہے کہ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ [3] یعنی لوگوں کے لئے شہد میں شفاء رکھی گئی ہے۔ وہ نیک فطرت لوگ جو انبیاء کے ابتدائی زمانہ میں ان کے ساتھ آ کر ملتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کو وہاں خوبیاں نظر آتی ہیں جہاں دنیا کو عیب نظر آتے ہیں۔ ان کو وہاں نیکیاں نظر آتی ہیں جہاں دنیا کو بدیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کو وہاں جنت نظر آتی ہے جہاں دنیا کو بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دیتی ہے۔ مگر وہ جو پاخانہ کی مکھی کی طرح اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ فطرتیں جو صداقت پہچاننے کی بجائے یونہی کسی چیز کے پاس چلی جاتی ہیں جب وہ انبیاء کی تعلیم کے پاس آتی ہیں تو وہ کوئی چیز لے کر نہیں جاتیں۔ وہ نہ خود فائدہ اٹھاتی ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہیں، نہ خود نفع حاصل کرتی ہیں نہ دوسروں کو نفع پہنچاتی ہیں۔ وہ پَیر مارتی ہیں پر ہلاتی ہیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اُڑ جاتی ہیں۔ جیسے مکھی ممکن ہے پہلے شہد پر بیٹھے مگر پھر اس سہولت اور اسی اطمینان اور اسی آرام کے ساتھ وہ پاخانہ پر جا بیٹھتی ہے ان کے لئے یہی چیز چاہئے اور یہی ان کے مناسبِ حال ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے كُلُّ جَدِيْدٍ لَذِيْذٌ کے مقولہ پر عمل پیرا ہونا اپنا مطمحِ نظر قرار دیا ہوا ہوتا ہے یہ لوگ کبھی بھی انتہاء کو نہیں پہنچتے۔ ان کی مثال اُس مور کی سی ہوتی ہے جو

گر جاتا ہے۔ یا ان چھوٹے چھوٹے بیجوں کی سی ہوتی ہے جو پھل کے ابتدا میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ یا ان پھلوں کی سی ہوتی ہے جو پھل بننے سے پہلے کڑوے فضلوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ان کی حیثیت اُس کیری یا مالٹا یا سنگترے کی سی ہوتی ہے جو اصل مزہ کے حاصل ہونے سے پہلے ہی گر جاتے ہیں اور لوگ ان کی چٹنیاں بنا لیتے ہیں مگر وہ اس غرض کو حاصل نہیں کر سکتے جس کے لئے آم یا مالٹا یا سنگترہ تیار ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ آخر تک سلامت رہیں تب بھی یہ دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

مَیں نے ابھی کہا ہے کہ سارا مَور ردّی اور اچھا اگر درخت پر رہے تو درخت بچ نہیں سکتا۔ اس کی مجھے ایک اَور مثال بھی یاد آ گئی۔ میں نے باغ میں پھرتے ہوئے ایک دفعہ آڑو کا ایک درخت دیکھا جس میں پھل بہت زیادہ تھا۔ میں نے مالی سے کہا قانونِ قدرت یہ ہے کہ اگر پھل زیادہ ہوگا تو درخت ٹوٹ جائے گا اس لئے اس درخت کا کچھ پھل تم کاٹ ڈالو تا کہ درخت محفوظ رہے۔ مالی کہنے لگا دیکھئے اس کو کتنا پھل لگا ہوا ہے اِس پھل کو ضائع کرنا تو مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہی تو مُضِر ہے تم اس کا پھل کاٹو اور صرف اُتنا ہی پھل رہنے دو جس کو درخت سہار سکتا ہے۔ اس نے کہا نہیں آپ اِس کی حفاظت مجھ پر رہنے دیں اور مجھے اجازت دیں کہ اِس کا پھل بدستور درخت پر ہی رہنے دیا جائے۔ میں خاموش ہو گیا۔ جب پھل مکمل ہوا تو وہ درخت بیچ میں سے چِر کر اِدھر اُدھر جا پڑا۔

یہی حال الٰہی جماعتوں کا ہوتا ہے۔ ان میں سے لوگوں کا جھڑنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ پت جھڑ کے بغیر درخت کبھی پھلتے نہیں۔ مَور اور ابتدائی پھلوں کے جھڑنے کے بغیر اچھے پھل پیدا نہیں ہو سکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان آخر انسان ہوتے ہیں۔ قوموں کی تربیت اور ان کی اصلاح انسانوں نے ہی کرنی ہوتی ہے۔ سکولوں میں یہ قانون ہے کہ پچاس سے زیادہ لڑکے اگر کسی کلاس میں آ جائیں تو دو استاد رکھے جائیں۔ اگر کوئی سکول پچاس سے زیادہ لڑکے کسی کلاس میں داخل کرے تو افسرانِ بالا اس کی امداد میں رخنہ ڈالتے اور اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ یا تو نیا مدرّس رکھو اور یا پھر زائد لڑکوں کو نکالو۔ جماعتوں کی نگرانی بھی افراد کی نگرانی کی طرح ہوتی ہے۔ اگر افراد بے انتہاء بڑھتے چلے جائیں اور لائق مربی اور تربیت کرنے والے نہ

بڑھیں تو کیا نتیجہ ہوگا ؟ یہی ہوگا کہ جن لوگوں کی تربیت نہیں ہوگی وہ خراب ہوں گے اور جو لوگ خود خراب ہوں گے۔ وہ دوسروں کو بھی خراب کریں گے۔ اور اس طرح وہ جماعت جو دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑی ہوئی تھی ساری کی ساری خراب ہو جائے گی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کیا ہوا ہے کہ کمزور طبع لوگ اگر اپنی اصلاح نہ کریں تو اُسی طرح جس طرح آموں کی کیریاں گر جاتی ہیں، جس طرح انگور اور سنگترہ اور مالٹا اور آڑو اور آلو چہ اور دوسرے پھل مکمل ہونے سے پہلے کوئی ابتدائی دو چار دنوں میں کوئی دوسرے تیسرے ہفتہ میں گر جاتے ہیں اسی طرح ایسے لوگ بھی گر جاتے ہیں اور ان کا گرنا جماعت کے لئے مفید ہوتا ہے مُضِر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جماعتوں کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ یا تو افرادِ جماعت اپنی اصلاح کر کے اپنے آپ کو استاد بنالیں یا اتنے استاد ہوں جو اُن کی نگرانی کر سکیں تبھی جماعت درست رہ سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اگر جماعت میں اتنی بیداری ہو کہ اُس کا ہر فرد استاد بن جائے تو پھر کسی خطرہ کی پرواہ نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ فضل دنیا میں صرف ایک ہی ہستی پر نازل ہوا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ وجود ہیں جو نہایت دلیری، نہایت صداقت، نہایت یقین، اور نہایت وثوق کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ 4۔ میرے سب صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں۔ جس طرح ہر ستارہ سے تم جہت کا پتہ لگا سکتے ہو، جس طرح ستاروں سے تم راستے معلوم کرتے اور روشنی حاصل کرتے ہو اسی طرح میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم ابوبکرؓ کے پیچھے چلو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم عمرؓ کے پیچھے چلو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم عثمانؓ کے پیچھے چلو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم علیؓ کے پیچھے چلو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم طلحہؓ کے پیچھے چلو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم زبیرؓ کے پیچھے چلو۔ تم میرے صحابہؓ میں سے ایک چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے پیچھے بھی چل پڑو بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ تم جس کے پیچھے بھی چلو گے آخر خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ وہ دعویٰ ہے جو دنیا میں ایک ہی شخص نے کیا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے۔ یہ وہ انعام ہے جو دنیا میں ایک ہی جماعت کو ملا ہے جو صحابہؓ کی جماعت ہے۔ رستہ سب کے لئے کھلا تھا۔ موسیٰ ؑ کی قوم کو خدا تعالیٰ نے اس انعام سے محروم نہیں کیا تھا۔ عیسیٰ ؑ کی قوم کو خدا تعالیٰ نے اس

انعام سے محروم نہیں کیا تھا۔ نوحؑ کی قوم کو خدا تعالیٰ نے اس انعام سے محروم نہیں کیا تھا۔ تم کو بھی خدا تعالیٰ نے اس انعام سے محروم نہیں کیا مگر جس نے کام کر لیا وہ انعام لے گیا اور جس نے نہ کیا وہ انعام سے محروم ہو گیا جہاں تک خدا کی دین کا سوال ہے تمہارے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کے لئے بالکل یکساں ہے۔ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہو اور صحابہؓ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تھے۔ بلکہ جہاں تک خدا کی دین کا سوال ہے۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی اُمتوں کے لئے بھی اس کے حاصل کرنے کا موقع تھا کیونکہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں خدا تعالیٰ کے نبی تھے مگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی امتوں نے وہ کوشش نہ کی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت نے کی اِس لئے خدا تعالیٰ کا فضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اِس رنگ میں نازل ہوا کہ آپ کی جماعت کا ہر فرد استاد بن گیا اور جب ہر فرد استاد بن گیا تو باوجود پھلوں کی کثرت کے انہیں گرانے کی ضرورت نہ رہی۔ اس درخت کا ہر شگوفہ پھل بننے کا مستحق تھا اور اس کی ہر کیری ایک شیریں اور مزیدار آم بننے کی قابلیت اپنے اندر رکھتی تھی۔ اور چونکہ ہر شگوفہ پھل بننے کا مستحق تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے ہر شگوفہ کو پھل بنا دیا اور چونکہ ہر کیری آم بننے کی مستحق تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے ہر کیری کو آم بنا دیا۔

اگر تم بھی ایسے بن جاؤ تو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی یہ سلوک کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو لازمی طور پر تم میں سے کچھ لوگ گرائے جائیں گے۔ اس لئے کہ بیکار مَور اگر درخت پر رہے گا تو درخت گر جائے گا۔ یہ ایک موٹی صداقت ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اگر تم میں سے ہر شخص استاد بن جائے تو جیسے میرے مالی نے کہا تھا کہ ان پھلوں کو نہ گرایا جائے اُسی طرح تمہیں بھی خدا تعالیٰ گرنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس مالی میں تو خدا تعالیٰ والی قابلیت نہیں تھی جب اس نے مجھے کہا کہ آخر اتنا پھل کیوں ضائع کیا جائے اسے درخت پر ہی رہنے دیا جائے تو وہ باوجود اِس خواہش کے درخت کی حفاظت نہ کر سکا اور وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ لیکن اگر اس میں قابلیت ہوتی اور وہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کی استعداد اپنے اندر رکھتا تو وہ درخت کو اتنا مضبوط کر دیتا کہ وہ تمام پھل اٹھا سکتا اور اس طرح پھل بھی محفوظ رہتے اور درخت بھی محفوظ رہتا۔ بے شک اس مالی میں یہ قابلیت نہ تھی لیکن ہمارے خدا میں یہ قابلیت ہے۔

جب خدا ایک درخت لگاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ بے انتہا پھل پیدا کردے اور پھر یہ دیکھتا ہے کہ ان پھلوں میں سے کوئی پھل بھی ضائع کرنے کے قابل نہیں تو خدا اُس کا پھل نہیں گراتا بلکہ اُس درخت کو زیادہ موٹا اور مضبوط کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہؓ کَالنُّجُوْمِ تھے اور جب ہر صحابی اس قابل تھا کہ اسے قائم رکھا جائے تو خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ اس درخت کا پھل زیادہ ہوگیا ہے اس لئے اس کا کچھ پھل گرا دیا جائے بلکہ خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اَور بڑا کر دیا۔ اتنا بڑا کہ سارے پھل آپ کے درخت پر اٹکے رہے مگر پھر بھی وہ درخت ان پھلوں کے بوجھ سے نہ گرا۔ گویا جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں وہاں صحابہؓ جو کَالنُّجُوْمِ تھے انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت اور آپ کی شان کے ظہور میں ایک نمایاں حصہ لیا اور اِس طرح دونوں ایک دوسرے کو بڑھانے والے بن گئے۔ یہی چیز اِس وقت تمہارے سامنے ہے۔

موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی امتیں اب واپس نہیں آسکتیں تا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کا نمونہ دیکھ کر اپنے اندر اصلاح پیدا کریں لیکن تم زندہ موجود ہو۔ اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی غیر نہیں تمہارے آقا اور مطاع ہیں۔ اور صحابہؓ بھی کوئی غیر وجود نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت اور تمہارے بھائی ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اگر تم صحیح طور پر کوشش کرو تو تم میں سے ہر شخص اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کا نمونہ نہ بن جائے۔ مگر یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جب ہر شخص دین کو سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کے لئے ہر وقت کمربستہ و تیار رہے۔ جب قربانی اور ایثار کا مادہ نہ ہو۔ جب باجماعت نماز کی پابندی بھی مشکل معلوم ہو۔ جب قرآن کا ترجمہ بھی وہ لوگ نہ جانتے ہوں جن کو جاننا چاہئے بلکہ ''جن کو جاننا چاہیئے'' کا کیا سوال ہے ہر انسان کو قرآن کریم کا ترجمہ جاننا چاہئے تو بتاؤ اس نمونہ کو دیکھتے ہوئے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کا مصداق نہ بننے کا الزام کس پر ہوگا؟ تم پر یا خدا پر؟ دیکھو! وقت جاتا ہے، موقع ہاتھ سے چُھٹ رہا ہے۔ وہ جن کی عقلیں ہیں اور جو سوچنے اور سمجھنے کی قابلیت اپنے اندر رکھتے ہیں وہ چاہیں تو اَب بھی اپنے اندر وہ روح پیدا کر کے جو صحابہؓ نے پیدا کی تھی اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ روح جو صحابہؓ نے دکھائی تھی یہی تھی کہ ان میں سے ہر

شخص نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ آج ہم کہتے ہیں کہ دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرو تو کچھ لوگ آگے آتے اور اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں اور ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم میں سے اتنے نوجوانوں نے زندگیاں وقف کی ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کی ساری زندگی ہی خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہوتی ہے۔ اور اس میں کسی اِستثنیٰ کا سوال نہیں۔

کئی ہیں جو مجھے لکھتے ہیں کہ جب ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو پھر ہم میں سے ہر شخص وقف ہے کسی علیحدہ معاہدہ اور اقرار کی کیا ضرورت ہے۔ مگر منہ کی بات اَور ہوتی ہے اور عمل اَور ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کیا ہوا ہے تو وہ بتائیں تو سہی کہ وہ دفتروں میں وقت دینے کے بعد دین کے لئے کتنا وقت خرچ کرتے ہیں۔ دفتروں کا وقت پانچ گھنٹے ہوتا ہے اور دن رات 24 گھنٹے کا ہوتا ہے۔ اگر 10 گھنٹے بھی کھانے پینے سونے اور دیگر حوائج کے لئے رکھ لئے جائیں تب بھی 9 گھنٹے بچ جاتے ہیں. اگر 9 گھنٹے روزانہ ہر شخص قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے اور تبلیغ کرنے اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنے پر صَرف کرے تو دنیا کیا سے کیا بن جاتی ہے، ہماری جماعت کتنی ترقی کر جاتی ہے، ہماری تربیت کی حالت کتنی مضبوط ہو جاتی ہے۔ لیکن منہ سے کہنا کہ میری ساری زندگی وقف ہے اور عمل کے وقت اپنا قدم پیچھے ہٹا لینا اور بہانے بنانا کون سا ایمان ہے۔ یاد رکھو یہ حالت بڑی خطرناک ہے۔ ہر شخص جو اس حالت میں ہے اسے کیا معلوم کہ کب ذرا سی آندھی بھی اسے توڑ کر پھینک دے۔ اور اس نے پھل تو کیا بننا ہے چٹنی بننے کے قابل بھی نہ رہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ گند اور مَیلے کے ڈھیر پر اُس کو ڈال دیا جائے۔ یوں تو پاخانہ بھی کام آتا ہے۔ چنانچہ جتنی کھاد ہوتی ہے سب پاخانہ سے ہی تیار ہوتی ہے۔ لیکن بعض قسم پاخانوں کی کھاد کے بھی قابل نہیں ہوتی۔ بیل کا پاخانہ کھاد کے قابل ہوتا ہے، گائے کا پاخانہ کھاد کے قابل ہوتا ہے، گھوڑے کا پاخانہ بھی ایک حد تک کھاد کے قابل ہوتا ہے سب سے کم مگر کسی حد تک مرغی کا پاخانہ بھی کھاد کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن انسان کے پاخانہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جس سبزہ پر وہ پاخانہ ڈال دیا جائے جل جاتا ہے۔ شاید اِسی طرح خدا تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر انسان بگڑے تو پھر وہ کسی کام کے قابل نہیں رہتا۔ بگڑا ہوا بیل ذبح کر کے کھا لیا جاتا ہے، بانجھ گائے اور بانجھ بھینس کم سے کم قربانی کے قابل سمجھی جاتی ہے۔ مگر بیکار انسان کسی کام نہیں آ سکتا۔ سو اُس دن سے ڈرو جب خدا کے فرشتوں کا تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہو کہ

یہ ایک بیکار انسان ہے۔ اُس وقت تمہارا وجود اتنا بھی کام نہیں آئے گا جتنا ایک بگڑا ہوا بیل کام آتا ہے۔ پس اپنے اندر اصلاح پیدا کرو تا تمہارا دین میں داخل ہونا اور تمہارا سلسلہ کے لئے خدمات بجالانا تمہارے لئے ہی مفید نہ ہو بلکہ ساری دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔"

(الفضل 18 نومبر 1947ء)

1: مَوَر: آم کا پھول، بُور، شگوفہ (فیروز اللغات اردو جامع مطبوعہ فیروز سنز لاہور)

2: چکوترا: نارنج کی قسم کا ایک پھل (فیروز اللغات اردو جامع مطبوعہ فیروز سنز لاہور)

3: النحل: 70

4: مشکوٰۃ باب مناقب الصحابة صفحہ 554 مطبوعہ دہلی 1932ء